نظرات

یہ ایک تلخ حقیقت اور تاریخی حقیقت ہے کہ روزِ اول سے "تحریک اسلام" کو جس قدر زک اور نقصان نام نہاد مسلمانوں اور منافقین کی ٹولیوں سے پہونچا ہے اتنا نقصان کسی دوسرے فرقے کے لوگوں اور افراد سے ہرگز نہیں پہونچا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کو اس بات سے ہرگز غافل نہیں رہنا چاہیے کہ سامراجی، صہیونی، طاغوتی اور لادین قوتیں اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے برابر سازشوں میں مصروف ہیں اور اس سلسلے میں وہ داخلی و خارجی مفاد پرست نئے حربے استعمال کرنا بخوبی جانتی ہیں۔ چنانچہ اس کی ایک تازہ مثال سامراجی ایجینٹ، کمیونسٹ اور دریدہ دہن مصنف "مسٹر سلمان رشدی" (جو پیدائشی اعتبار سے ہندی اور برطانیہ میں مقیم ہے) کی شیطانی م... کتاب "THE STANIC VERSES" ہے جس میں تمام مذاہب عالم کا عموماً اور دینِ اسلام کا خصوصاً جی بھر کر مذاق اڑا کر گھٹیا اور رکیک الفاظ میں توہین کی گئی ہے۔ اور اس طرح اس بیہودہ کتاب کے ذریعے دنیا بھر کے مذہب پرست لوگوں خاص طور سے کروڑ مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور احساسات کو مجروح کرنے کی دانستہ کوشش کی گئی ہے۔

اس نام نہاد کتاب میں گستاخ مصنف نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے لے کر ازواج مطہرات، حضرات صحابۂ کرام، سیدنا جبرئیل امین، قرآن کریم یہاں تک کہ اللہ رب العالمین کی شان میں بھی گستاخی کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس شیطان صفت مصنف نے بزعم خود یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی اختراع اور اساطیر الاولین ہے۔ اس بدنام زمانہ کتاب کے ذریعے عربی، عجمی اور شیعہ سنی تنازع کو بھی ہوا دینے کی سعی نامشکور کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ کتاب کو ایک پڑھا لکھا، عقلمند، سنجیدہ اور غیر جانب دار آدمی نہ ناول سمجھ سکتا ہے، نہ فلسفہ، نہ تاریخ، اور نہ حالات و کوائف پر کوئی معقول رپورٹ و تبصرہ، کتاب شروع سے لے کر آخر تک ایک بکواس نامہ، اور اول فول کا پلندہ ہے

یہ بڑا اچھا ہوا اور اس پر ہم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں کہ بعض مسلمان قائدین اور ذمہ داروں کے توجہ دلانے سے مرکزی حکومت نے فوراً اس ناپاک اور فتنہ انگیز کتاب کی ملک میں درآمد، اس کی اشاعت و طباعت اور خرید و فروخت پر پابندی عائد کردی ہے ورنہ اس بات کا شدید اندیشہ اور خطرہ لاحق تھا کہ اس نازک مسئلہ کی آڑ میں جہاں موجودہ ملکی حالات کے پس منظر میں افتراق و انتشار کو مزید ہوا ملتی وہاں ہماری مسلمہ قومی روایات، تشخص، مختلف مذاہب کے تئیں احترام کی قومی اور ملکی پالیسی کی روح بھی بری طرح متاثر ہوتی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان آئندہ بھی اس طرح کی سازشوں

سے پوری طرح باخبر اور چوکنا رہیں۔ مرکزی حکومت سے بھی ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ ملک کے کسی حصہ میں مذکورہ کتاب کی کسی بھی شکل میں اشاعت اور نقل پر "آرڈی ننس" کے ذریعہ قانونی پابندی لگائی جائے کیونکہ یہ ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ تمام انصاف پسند سکھ، عیسائی اور ہندو کی بھی آواز ہے اور یہی ملکی سالمیت، یکجہتی اور وحدت کا مطالبہ بھی ہے مسلمانوں کو بھی اس طرح کے نازک معاملات میں بہرحال انتہائی صبر و تحمل، ہوشمندی اور دانشمندی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ پھر بھی جب اس طرح کی اہانت آمیز تحریریں سامنے آتی ہیں تو لوگوں کا اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھنا قدرتی طور پر بے حد دشوار ہو جاتا ہے۔

یہ ایک سوالیہ نشان ہے اور ہمارے مفکرین اور دانشوروں کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ موجودہ دور میں جس احساس کو عام طور پر "زمانے کے تقاضے" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ دراصل زمانہ کے تقاضے نہیں بلکہ "مغربی اقدار" کے تقاضے ہیں۔ جنہیں نام نہاد دانشوروں اور مفکرین کے ایک طبقہ کی ذہنی مرعوبیت نے زمانہ کے ہم معنی سمجھ لیا ہے انہوں نے یہ فرض کر لیا کہ زمانہ دراصل "مغرب" ہی ہے اور جو کچھ اس وقت وہاں موجود ہے اور ہو رہا ہے وہ صحیح، درست، برحق اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس لیے ہمارے اپنے ملک و قوم میں اگر کوئی چیز ایسی موجود ہے جس کی نظیر وہاں نہیں ملتی تو وہ بوسیدہ (OUT OF DATE) ناکارہ اور از کار رفتہ ہے اور اس لائق ہے کہ اسے فوراً مٹا دیا جائے۔ اسی طرح اگر وہاں کسی نظریہ (THEORY) یا عمل (ACTION) کو قبول عام حاصل ہے اور ہمارے یہاں اس کا وجود

نہیں ہے تو ہمیں اسے فوراً رواج اور بڑھاوا دینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو پھر زمانہ کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکیں گے اور زمانہ ہم سے ہماری "رجعت پسندی" "دقیانوسیت" اور بنیاد پرستی کا سخت انتقام لے گا۔

یہ بنیاد جس پر ہمارے نام نہاد معلمین اور مفکرین کے فکر و عمل کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ دراصل یہی سوچ، اپروچ اور طرزِ فکر غلط اور کمزور ہے مغربی اقتدار (WESTERN VELU) کو زمانہ کا تقاضا نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی مغربی تہذیب (WESTERN CULTURE) کے استیلاء اور غلبہ کو فکری مجبوریوں کا نام دیا جا سکتا ہے مغربی تہذیب و تمدن کے بارے یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ کوئی حق و باطل نہیں جس کے مطابق ہم اپنے افکار و اعمال کو پرکھنے پر مجبور ہیں۔ یہ ایک باطل تہذیب کی عملداری اور غلط افکار و رجحانات کا دھارا ہے جسے ہم اپنی کوتاہ نظری اور ذہنی مرعوبیت کے سبب "زمانہ کے تقاضے" یا "عصری مطالبے" سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہی چیز فکر و دانش کی بنیادی خامی ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ ہم جب بھی شخصی اور اجتماعی معائب کا جائزہ لینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو مغرب کی عینک لگا کر ساری صورتحال پر نگاہ ڈالتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے عیوب اور کمزوریوں کو اچھی طرح دیکھ نہیں پاتے۔ ہماری تنقید کا ملان ہیر پھیر کر وہی موضوعات بنتے ہیں جو مغرب کی نظر میں قابلِ اعتراض بنتے ہیں اور جن میں اہلِ مغرب ترمیم و تصحیح چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے پورے معاشرتی، معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، اجتماعی اور روحانی نظام میں بنیادی تبدیلیاں کرنے کا منصوبہ بنا لیتے ہیں اور ان پہلوؤں میں تغیرات کا مطالبہ کرتے ہیں جن میں کسی تبدیلی کی سرے سے ضرورت

ہی نہیں ہوتی اور ان حصوں کو صحیح سمجھ کر جوں کا توں رہنے دیتے ہیں جو سرتاپا غلط ہے اور جن کے وجود سے ملت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہونچ رہا ہے۔ یہ اسی بنیادی نقطۂ نظر کے تغیّر کے اعجاز ہے کہ آج ملّت میں رقص و سرود، ناچ و نغمہ، شراب و کباب، قمار بازیاں اور فحاشی و بے حیائی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو کسی تشویش کی نگاہ سے دیکھا نہیں جا رہا ہے بلکہ ابھی باقاعدہ پشت پناہی ہو رہی ہے ضرورت ہے آج کا مسلمان از اول تا آخر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا محاسبہ کرے اور اپنے مقام و منصب کو سمجھ کر اپنی ان بنیادی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے جو بحیثیت "مسلمان" اس پر عائد کی گئی ہے۔